ایسی عقل پر تو ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے
گردیزی صاحب جیسے لوگوں کے بارے میں ہی تو کہا گیا ہے کہ

بریں عقل و دانش بباید گریست

یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں جناب مولانا ابوالحسن ندوی صاحب فرماتے ہیں

"سو سال سے زائد ہونے کو آئے شاید ہی کوئی دن طلوع ہوا ہو جس کی صبح کو ان بزرگوں کے خلاف حامیان شرک و بدعت اور قبوری شریعت والوں کی طرف سے تکفیر و تضلیل کا کوئی فتویٰ نہ نکلا ہو"

جمعیت اہل حدیث بھارت کے ناظم اعلیٰ کی والدہ محترمہ کا سانحہ ارتحال

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے قائد و ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب کی والدہ مورخہ ۲۹ جنوری ۹۳ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب فریضہ صلوۃ کی ادائیگی کے فوراً بعد کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے حرکت قلب بند ہونے سے مولائے حقیقی سے جاملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوفہ انتہائی نیک اور پختہ اہل حدیث صالحہ خاتون تھیں۔ ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوہاب خلجی آپ ہی کی صالح تربیت کا نتیجہ ہیں۔ مرحومہ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ ادارہ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

اپیل برائے تعمیر مسجد

ہمارے گاؤں میں جماعت اہلحدیث کی کوئی مسجد نہیں جس کی وجہ سے ہم کو نماز پڑھنے میں تنگی ہے ہمارے پاس اتنی بھی ہمت نہیں کہ ہم جگہ ہی خرید سکیں' جماعت سے التماس ہے کہ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔

رابطہ کے لئے

حافظ محمد یوسف ربانی چک نمبر ۵۵

کوٹ رادھا کشن ضلع قصور

قربانی کی شرعی حیثیت

کتاب و سنت اور تاریخ کی روشنی میں

بسلسلہ کیا اسلام میں قربانی جائز ہے؟

مفتی محمد عبیداللہ خاں عفیف
مبعوث دارالافتاء، ریاض

قربانی بالاجماع مشروع عمل ہے۔ پروفیسر رفیع اللہ شہاب لکھتے ہیں۔ اس نظریہ (امام ابو حنیفہ کا عقیقہ کو منسوخ کہنا) کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔
جواب۔ پروفیسر صاحب اور ان کے ہم مشربوں کو قربانی کی مشروعیت کے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہو تو اور بات ہے کہ اس تحقیق گزیدہ حضرات نے انکار سنت کی راہ ہموار کرنے کے لئے اسلام کے ان مسائل و احکام میں بھی تشکیک پیدا کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے جن میں مسلمانوں کے درمیان ابتداء سے لے کر آج تک اتفاق موجود ہے۔ گویا ان حضرات کے نزدیک دین کی اصل خدمت اور ملت اسلامیہ کی صحیح خیر خواہی بس یہ رہ گئی ہے کہ متفق علیہ مسائل کو بھی کسی نہ کسی طریقہ سے اختلافی بنا دیا جائے۔ اور دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہ چھوڑا جائے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ سب مسلمانوں کے نزدیک یہ اجماعی مسئلہ ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ خوش قسمتی سے قربانی کا مسئلہ بھی انہی متفق علیہ مسائل میں سے ہے۔ سنہ ۱ھ کی پہلی عید الاضحیٰ سے آج تک مسلمان اس پر متفق چلے آرہے ہیں۔ اسلامی تاریخ کو پوری چودہ صدیوں میں آج تک اس کے مشروع، مسنون اور شعائر اسلام میں سے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر پوری امت متفق ہے۔ اس میں ائمہ اربعہ اور فقہاء محدثین متفق ہیں۔ مجتہدین متفق نظر آتے ہیں۔ شیعہ اور سنی متفق ملتے ہیں حتیٰ کہ آج کے تمام اسلامی فرقے بھی اس کی مشروعیت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ چند تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن محمد بن ہبیرہ حنبلی متوفی ۵۶۰ھ تصریح فرماتے ہیں۔ کہ ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ اصل شرع کی رو سے قربانی مشروع عمل ہے۔ متوفی ۸۵۲ھ

۲۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔ **ولا خلاف فی کونہا من شرائع الدین** فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۲ ائمہ اسلام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شرائع دین میں سے ہے۔

۳۔ امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں **ولا خلاف فی کونہا من شرائع الدین**۔ نیل

الاوطار ج ۵#۲۶ کہ اس بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شرائع دین میں سے ہے۔
۴۔ شیخ اسماعیل انصاری فرماتے ہیں۔ **ولا خلاف انها من شعار الدین۔** الالمام شرح عمدۃ الاحکام ج ۲ ص ۱۷۰۔ ائمہ دین کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شعائر دین میں سے ہے۔
۵۔ علامہ عبدالرحمان جزیری لکھتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۷۱۶
۶۔ سید محمد سابق مصری لکھتے ہیں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور تمام مسلمان کرتے رہے ہیں۔ اور اس کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ فقہ السنۃ ج ۳ ص ۲۷۴

ان تصریحات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ قربانی سنت موکدہ' شعار دین اور شرائع اسلام میں سے ہے۔ اور ہجرت سے لے کر آج تک کسی اہل علم کو اس کی مشروعیت کے بارے میں نہ صرف کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہوئی بلکہ اسکی مشروعیت پر سب کا اتفاق ہے۔ **الحمدللہ علی ذلک**

مغالطہ ۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔ امام ابن حزم نے اعلان کیا کہ قربانی کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں۔

جواب۔ یہ امام ابن حزم ایسے جلیل القدر امام اور محدث صریح پر بہتان عظیم ہے کہ انہوں نے قربانی کے متعلق تمام احادیث کو ضعیف کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ کتاب محلی ابن حزم کی کتاب الاضاحی پروفیسر صاحب کے اس ادعا کی تکذیب و تردید کے لئے شاہد عدل ہے۔ المحلی کی کتاب الاضاحی ج ۷ ص ۳۵۵ تا ۳۸۸ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ آپ نے ان چونتیس صفحات میں اپنے مخصوص علمی اسلوب اور محدثانہ انداز میں قربانی کے سترہ احکام و مسائل پر زوردار بحث فرمائی ہے۔ اس علمی بحث میں آپ نے قربانی کے بعض مسائل میں ائمہ اربعہ اور محدثین کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا موقف علیحدہ اختیار کیا ہے اور اپنے موقف کے اثبات میں جا بجا احادیث صحیحہ سے استدلال فرمایا ہے۔ پوری بحث قابل قدر اور دیدنی ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ مسئلہ۔ احناف کے ہاں کھیرے مینڈھے کی طرح کھیرے بکرے کی قربانی جائز ہے اور جمہور علماء کے نزدیک مینڈھے اور بکرے کا دو دانت ہونا ضروری ہے تاہم دو دانت نہ ملنے پر جمہور صرف کھیرے مینڈھے کی قربانی کے قائل ہیں ۔ کھیرے بکرے کی قربانی کے قائل نہیں۔ جبکہ امام ابن حزم کے نزدیک بوقت مجبوری بھی کھیرا جانور قربان کرنا جائز نہیں نہ بکرا اور نہ مینڈھا۔ وہ دو دانت

جانور کی شرط عائد کرتے ہیں۔ چنانچہ احناف اور جمہور کے خلاف حجت قائم کرتے ہوئے صحیحین کی درج ذیل احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ میرے خالو ابو بردہؓ نے نماز عید سے پہلے اپنی قربانی ذبح کر ڈالی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک قربانی اور ذبح کرو۔ تو میرے خالو نے عرض کیا کہ حضرت! اب تو میرے پاس ایک بکری پٹھیا ہے جو دو بکریوں سے بڑھ کر ہے۔ آپ نے فرمایا چلو وہی ذبح کر دو۔ لیکن تیرا مینڈھا آپ کے بعد کسی اور کے لئے کفایت نہیں کرے گا۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۶۲۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۴ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۳

۲۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صحابہ کرام میں قربانیاں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ میں نے تقسیم کر دیں۔ میرے حصے میں ایک بکری پٹھیا آئی۔ آپؐ نے فرمایا تم اسے ہی قربانی لگا دو' یعنی بس تمہیں اجازت ہے کسی اور کو نہیں۔

امام ابن حزم ان دونوں احادیث کے متعلق فرماتے ہیں **وھذا ان خبران فی غایتہ الصحتہ**' محلی ج ۷ ص ۳۶۷ کہ یہ دونوں احادیث اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ و صحیح مسلم ج ۱۵۵۲۔

مسئلہ نمبر ۲۔ امام ابو حنیفہ قربانی کو واجب کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر لے تو وہ ایک اور قربانی ذبح کر لے۔ امام ابن حزم امام ابو حنیفہ کے اس استدلال سے اختلاف کرتے ہوئے نفس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ محلی ج ۷ ص ۳۵۷۔

مسئلہ نمبر ۳۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ مسافر اور حاجی کو قربانی کی چھوٹ دیتے ہیں۔ جبکہ امام ابن حزم مسافر اور حاجی کے لئے بھی قربانی کو سنت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ امام ابو حنیفہ کے مسلک پر نکیر کرتے ہوئے اپنے موقف کے ثبوت میں حضرت عائشہ کی وہ حدیث لائے ہیں جو صحیح بخاری میں مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم حجتہ الوداع سے واپسی پر سرف کے مقام پر فروکش تھیں تو میرے پاس گائے کا ڈھیر سارا گوشت لایا گیا۔ تو میں نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے۔ تو لانے والوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی ہے۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۷۳ و صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حاجی اور مسافر کے لئے بھی قربانی سنت ہے۔

اسی طرح اور مسائل میں بہت سی احادیث لائے ہیں۔ جنہیں اختصار کے پیش نظر قلمزد کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ ان پانچ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ پروفیسر صاحب کے اس ادعاء میں پشہ کے پر کے برابر

بھی صداقت نہیں کہ امام ابن حزم نے قربانی کے متعلق تمام احادیث کو ضعیف کہا ہے۔ ہاں آپ نے ان پانچ احادیث کو ضرور ضعیف کہا ہے۔ جن سے قائلین وجوب نے وجوب قربانی پر استدلال کیا ہے۔ اور آپ ان احادیث کو ضعیف کہنے میں منفرد بھی نہیں ہیں' دوسرے تمام محدثین' شارحین حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل نے بھی ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے یا پھر وجوب کے استدلال سے اختلاف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱ ص ۲ و ۳' سبل السلام ج ۴ ص ۹۱ اور نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۶۔ امام شوکانی کا اپنا رجحان قربانی کے وجوب کی طرف ہے۔ تفصیل آگے اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

وضاحت :۔ ان پانچ احادیث کو ضعیف کہنے کا یہ مطلب لینا صحیح نہیں کہ امام ابن حزم سرے سے قربانی کے قائل ہی نہیں جیسا کہ پروفیسر صاحب نے قارئین کو یہ غلط تاثر دینے کی کوشش فرمائی ہے کیونکہ امام موصوف نہ صرف قربانی کو سنت مانتے ہیں بلکہ یہ ان کے نزدیک ایک سنت حسنہ ہے۔ فرماتے ہیں **الاضحیہ سنۃ حسنۃ** محلی شروع کتاب الاضاحی ج ۷ ص ۳۵۷۔ کہ قربانی سنت حسنہ یعنی سنت موکدہ ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے۔ جیسا کہ نووی ج ۲ ص ۵۳ اور عمدۃ القاری للعینی الحنفی ج ۲ ص ۱۴۴ اور فتح الباری ج ۱۰ ص ۲ و ۳ پر مرقوم ہے۔ یعنی جمہور اور امام ابن حزم کے مذہب میں صرف لفظی فرق ہے۔ جمہور قربانی کو سنت موکدہ کہتے ہیں جبکہ امام صاحب اسی مفہوم کو سنت حسنہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

ایک غلطی کا ازالہ:۔ پروفیسر صاحب نے امام ابن حزم کے حوالہ سے حضرت مخنف بن سلیمؓ کو گمنام شخصیت لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت مخنف صحابی ہیں لہٰذا امام ابن حزم ایسا راسخ العلم اور وسیع المطالعہ شخص انہیں کس طرح گمنام شخصیت لکھ سکتا ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے آپ نے ان کے بیٹے حبیب بن مخنف کو گمنام شخصیت قرار لکھا ہے۔ لہٰذا پروفیسر صاحب اور ان کے فاضل مترجم ایم اشرف صاحب اپنا ریکارڈ درست کر لیں تاکہ انہیں پھر کبھی یہ سبکی نہ ہو۔

مغالطہ ۔ ان فقہاء نے اپنے اپنے موقف کی تائید میں پیغمبر اسلام کے صحابہ کرام کے عملی کردار سے بھی مدد لی ہے۔ ان کے نزدیک اگر پیغمبر اسلام کو قربانی کا حکم فرمایا ہوتا تو وہ کبھی اس حکم کی تعمیل میں ہچکچاہٹ نہ کرتے۔ ہمارے فاضل پروفیسر صاحب نے اپنے اس مغالطہ میں دو دعوے کئے ہیں (۱) کچھ فقہاء ایسے بھی ہیں جو قربانی کے قائل نہیں۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو قربانی کا حکم نہیں دیا تھا۔

جواب۔ ان کا یہ دعویٰ کہ بعض فقہاء قربانی کے قائل نہیں۔ نرا مغالطہ اور سراسر خلاف واقعہ ہے

کیونکہ ہمارے علم و مطالعہ کے مطابق تمام فقہاء اسلام قربانی کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ اگر ان کو اپنے اس ادعاء پر ناز ہو۔ تو پھر ہمیں بھی بتلائیں کہ وہ فقہاء کون ہیں؟ کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ ہیں سنی ہیں تو فقہاء اہل حدیث میں سے ہیں یا فقہاء مذاہب اربعہ میں شمار ہوتے ہیں اور اگر شیعہ ہیں تو کونسے ہیں؟ان کا علمی چوکھٹا کیسا ہے؟ اور ان کا وہ کونسا فقہی سرمایہ ہے؟ جس میں انہوں نے قربانی کی مشروعیت سے انکار یا اختلاف کیا ہے۔ تاکہ ہم بھی ان کی تحقیق سے روشناس ہو سکیں۔ مگر۔

ہم جانتے ہیں تم کو اور تمہاری زباں کو وعدوں ہی میں گذارو گے موسم بہار کا

یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں اس کا تفصیلی جواب دوسرے دعویٰ کے جواب کے ضمن میں ملاحظہ فرمایئے۔

جواب دعویٰ ثانی۔ یہ کہنا کہ حضورؐ نے صحابہ کرام کو قربانی کا حکم نہیں دیا تھا بوجوہ باطل ہے۔ اول اس لئے کہ یہ دعویٰ قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ ثانی اس لئے کہ یہ ان احادیث کثیرہ محکمہ کے خلاف ہے جو کتب صحاح میں صحیح اور متصل اسانید کے ساتھ بہت سے صحابہ کرامؓ سے یہ تصریح کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے عید الاضحیٰ کی قربانی کا صحابہ کو حکم دیا خود مسلسل دس سال سفر و حضر میں اس پر عمل فرمایا اور امت میں اس کو سنت اسلام کی حیثیت سے جاری فرمایا۔ ثالث یہ دعویٰ ان احادیث مرفوعہ متصلہ کے بھی خلاف ہے جو قرن صحابہ میں قربانی کے عام رواج اور شیوع پر دلالت کرتی ہیں۔ ان اب تینوں کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

قربانی اور قرآن مجید:۔ قرآن مجید میں جس مخصوص انداز میں جہاں دوسرے مسائل زندگی کا بیان موجود ہے وہاں قربانی کی مشروعیت' تاریخ اور تفصیل بھی موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ حج میں ہے اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی مقرر کی' تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے مویشیوں پر اس کا نام ذکر کریں۔ الحج ۳۴۔ امام فخرالدین رازیؒ م ۶۰۶ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے لے کر مابعد کی تمام امتوں میں قربانی مشروع چلی آرہی ہے۔ اور منسک فتح کے ساتھ قربانی کے معنی میں ہے۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۳۲۔ امام ابن کثیر ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بتا رہا ہے کہ اس کے نام قربانیاں ذبح کرنا اور خون بہانا تمام امتوں میں ایک مشروع عمل چلا آرہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۱

امام شوکانیؒ م ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں **المنسک ھھنا المصدر من نسک ینسک اذا ذبح القربان.... والمعنی وجعلنا لکل اھل دین من الادیان ذبحا یذبحونہ ودما یریقونہ۔** فتح الباری ج ۳ ص ۴۵۲۔ کہ منسک یہاں **نسک ینسک** کا مصدر ہے جس کا معنی ہے قربانی ذبح کرنا.... اور آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمام اہل ادیان پر قربانی ٹھہرائی جو وہ ذبح کرتے تھے۔

امام شوکانیؒ نے بالکل تصریح کر دی کہ یہاں نسک کے معنی قربانی ہی ہیں۔
شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رقمطراز ہیں۔ جتنے مویشی ہیں ان کا حق یہی ہے کہ کام لے لیجئے پھر کعبے کے پاس لے جا کر چڑھا دیجئے۔ یہ بات دشوار ہے تو یہاں بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور ذبح کیا۔ یہ نشانی ہے کہ اللہ کی نیاز کعبے کو چڑھایا کرو دور ہو یا نزدیک۔ موضح القرآن ص
شاہ صاحب نے اس مختصر سی تفسیر میں قربانی کی پوری حقیقت سمو کر رکھ دی ہے۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قربانی کے اسرار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں **الذبح لا یکون قربتہ الا بتشبہ الحاج**۔ حجتہ اللہ ج ا ص ۹۹۔ یہ قربانی حاجیوں کے عملی تشابہ کے لئے ہی تو ہے۔
دوسرے مقام پر مزید لکھتے ہیں۔ **یوم الاضحی فیہ تشبہ بالحاج وتعرض لنفحات اللہ تعالی المعدۃ لھم** حجتہ اللہ ج ا ص ۹۹۔ مکہ مکرمہ سے باہر دوسرے اکناف کے مسلمانوں کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ حاجیوں سے مشابہت پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے اس فیضان سے مستفیض ہوں جو ان کے لئے تیار فرمایا گیا ہے۔
قربانی کا یہ طریقہ جس طرح پہلی امتوں کے لئے تھا اسی طرح ہماری شریعت میں بھی مقرر کیا گیا ہے۔
۳۔ اے محمدؐ کہو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا صرف رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں سراطاعت جھکانے والا ہوں۔ سورۃ انعام ۱۶۲ و ۱۶۳
امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دے رہا ہے کہ مشرکین پر واضح کر دیں کہ تم جو غیر اللہ کی نماز پڑھتے ہو اور غیر اللہ کے نام قربانی کرتے ہو میں اس طریق عبادت کے سخت مخالف ہوں کہ میری نماز بھی خالصتہ اللہ کے لئے ہے اور میری قربانی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۸ و فتح القدیر ج ۲ ص ۱۸۵
۴۔ **فصل لربک وانحر** الکوثر ۲۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر
تقریباً تمام قدیم و جدید مفسرین کے نزدیک "انحر" سے مراد دس ذوالحجہ کی قربانی ہے چنانچہ فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، امام ابن کثیر ۷۷۴ھ، مفسر شوکانی م ۱۲۵۰ھ۔ مفسر محمود الوسی حنفی م ۱۲۷۰ھ مفسر قرطبی مالکی ۶۷۱ھ نواب سید صدیق حسن اور شیخ احمد مراغی م ۱۹۴۵ء وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ مفسرین نے اس کے علاوہ اور معنی بھی کئے ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہیں ان دلائل قاطعہ اور نصوص ساطعہ سے نہ صرف یہ ثابت ہوا کہ قربانی بلاشبہ مشروع اور شعار اسلام میں سے ہے۔ بلکہ مسئلہ قربانی کے منکرین کے اس مغالطہ کی بھی قلعی کھل گئی کہ قرآن میں جس قربانی کا تذکرہ ہے وہ تو صرف مکہ میں منیٰ کے میدان میں حاجی کے ساتھ خاص ہے۔ اب یہاں پر تو کوئی حج

وغیرہ کا ذکر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ساری امت کو قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ لہٰذا عیدالاضحیٰ کی قربانی کا انکار دراصل قرآن مجید کا انکار کرنا ہے۔ **اعاذنا اللہ منہ**

قربانی کے متعلق حضورؐ کے فرامین مقدسہ:۔ قرآن مجید کی تین آیات مقدسہ سے قربانی کا ثبوت بہم پہنچانے کے بعد اب ہم یہاں یہ بتائیں گے کہ قربانی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے کیا کچھ ارشادات فرمائے ہیں۔ یوں تو مسئلہ قربانی اور اس کے مفصل احکام تفسیر و حدیث کی کتابوں میں درج ذیل انیس صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃؓ حضرت براءؓ حضرت زید بن ارقمؓ حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت جبیرؓ حضرت علیؓ حضرت ابو درداءؓ حضرت مخنف بن سلیمؓ حضرت بریدہؓ حضرت ابو رافعؓ حضرت انسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ثوبانؓ حضرت سعید حذریؓ حضرت جندب بجلیؓ حضرت عویمر بن اشقرؓ وغیرہم۔ تاہم اختصار کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دس فرامین مقدسہ حوالہ قرطاس کئے جاتے ہیں۔ پڑھئے اور پروفیسر صاحب کی ہمہ دانی کی داد دیجئے۔

۱۔ **عن زید بن ارقم قال قال اصحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ھذہ الا ضاحی قال سنتہ ابیکم ابراہیم علیہ السلام** رواہ احمد و ابن ماجہ' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۱ و مشکوٰۃ ص ۱۲۹ و نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۳

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرمایا یہ قربانیاں کیا ہیں آپؐ نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں۔

۲۔ **عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما عمل ادمی من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اہراق الدم وھذا** حدیث حسن غریب۔ تحفتہ الاحوذی شرح جامع الترمذی ج ۲ ص ۳۵۲ وابن ماجہ ص ۲۳۳۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے دن کسی شخص کا کوئی عمل اللہ کو اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ خون بہائے۔

۳۔ **عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعتہ فلم یضح فلا یقربن مصلانا۔** ابن ماجہ ص ۲۳۲ و رواہ احمد۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صاحب حیثیت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

۴۔ حضرت براء بن عاذب کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید قربان کے دن خطبہ ارشاد فرمایا **ان اول ما نبدا بہ فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعلہ فقد اصاب سنتنا** صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۴ و محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۷۳۔

آج کے دن ہم پہلے نماز عید پڑھتے ہیں پھر پلٹ کر قربانی کرتے ہیں۔ لہذا جس نے اس طریقہ کے موافق عمل کیا اس نے ہماری سنت پالی۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا **من ذبح قبل الصلواۃ فلیعد** کہ جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر لی ہو وہ دوبارہ قربانی کرے۔

۶۔ حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا **فلیعد مکانہا اخری** کہ جس نے نماز سے قبل قربانی کر لی ہو وہ اس قربانی کے بدلے دوسری قربانی کرے۔ رواہما البخاری ص ۸۳۴ ج ۲۔

۷۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سال قحط کی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا اگلے س جب ہم نے پوچھا تو فرمایا **کلوا واطعموا وادخروا**

کھاؤ' کھلاؤ اور ذخیرہ کر لو۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ اور موطا امام مالک میں حضرت جابرؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ موطا ص ۸۹۶۔

۸۔ **ان عویمر بن اشقر ذبح اضحیتہ قبل ان یغدو یوم الاضحی وانہ ذکر ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ ان یعود باضحیتہ اخری**۔ موطا امامالک ص ۴۹۵۔ جناب عویمر رضی اللہ عنہ نے عید قربان کے دن نماز عید کو جانے سے قبل قربانی کر لی۔ اور پھر اس بات کا ذکر آنحضرت صلعم سے کیا تو آپؐ نے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا **الاضحی یوم تضحون**۔ تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۳۷ اور حضرت عائشہ کی حدیث کے الفاظ **الاضحی یوم یضحی الناس** ہیں تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۷۱

الاضحی (عید قربان) وہ دن ہے جس میں لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔

۱۰۔ **عن حنش قال رایت علیا رضی اللہ عنہ یضحی بکبشین فقلت لہ ما ھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ**' ابو داؤد مع شرح عون المعبود ج ۳ ص ۵۰ و تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۴۔ حنش کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو دو مینڈھے قربانی کرتے دیکھا۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت فرمائی کہ میں آپؐ کی طرف سے قربانی دیتا رہوں۔ چنانچہ میں آپؐ کی طرف سے قربانی دیا کرتا ہوں۔

تلک عشرۃ کاملتہ وھل فیھا کفایتہ لمن لہ ادنی درایتہ

قربانی کے متعلق حضورؐ کا اپنا دس سالہ عمل مبارک

۱۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکفا الی کبشین اقرنین املحین فذبحھما بیدہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز عید کے بعد) چتکبرے بڑے سینگوں والے دو مینڈھوں کی طرف پلٹے اور ان کو اپنے ہاتھ سے قربان کیا۔

۲۔ عن ابن عمر قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔ تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۳۵۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔

۳۔ عن نافع ان ابن عمر اخبرہ قال کان رسول اللہ یذبح وینحر بالمصلی۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۳، عون المعبود ج ۳ ص ۵۶ و ۵۸ و ابن ماجہ ص ۳۳۵
نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ ہی میں ذبح اور نحر فرمایا کرتے تھے۔

۴۔ عن ابی رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا ضحی اشتری کبشین سمینین اقرنین املحین فاذا صلی وخطب الناس اتی باحد ھما فذبحہ بنفسہ بالمدیۃ ثم یوتی بالاخر فیذبحہ بنفسہ ثم یقول ھذا عن محمد وال محمد فیطعمھما جمیعا للمساکین ویاکل ھو واھلہ منھما رواہ احمد و ابن ماجہ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۲
حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی دیا کرتے تھے تو دو موٹے تازے سینگوں والے چتکبرے دنبے خریدا کرتے تھے۔ جب نماز اور خطبہ سے فارغ ہو چکتے تو ایک دنبہ آپ کے پاس لایا جاتا جسے چھری سے خود ذبح کرتے۔ پھر دوسرا پیش کیا جاتا اسے بھی آپ ہی ذبح فرماتے اور فرماتے یہ محمدؐ اور آل محمد کی طرف سے ہے۔ تو ان سے خود بھی کھاتے، گھر والے بھی کھاتے اور مسکینوں کو بھی کھلاتے۔

۵۔ عن عقبۃ بن عامر الجھنی قال قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ ضحایا۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲ عقبہ بن عامر جہنی سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم فرمائے۔

۶۔ عن عائشہ.... ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ازواجہ بالبقر۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲ و محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۷۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے سفر میں گائے کی قربانی کی۔

۷۔ عن جابر بن عبداللہ قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید بکبشین ابن ماجۃ ص حضرت جابر نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن دو مینڈھے قربان کئے۔

۸۔ عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب ثم نزل فدعا بکبشین فذبحھما ھذا حدیث صحیح۔ تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۳۶۴۔ حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کا خطبہ پڑھا پھر منبر سے اترے اور دو مینڈھے منگوائے اور ان کی قربانی کی۔

۹۔ عن بریدۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدو یوم الفطر حتی یا کل ولا یطعم یوم الاضحی حتی یصلی فیا کل من اضحیتہ۔ رواہ احمد و الترمذی و صحہ ابن حبان۔ سبل السلام ج ۲ ص ۶۵ حضرت بریدہ اسلمیؓ کہتے ہیں کہ عیدالفطر کے دن حضورؐ کچھ کھائے بغیر نماز عید کے لئے نہیں نکلتے تھے۔ اور عیدالاضحیٰ کے دن آپؐ عیدگاہ سے واپس تک کچھ نہ کھاتے تھے اور واپس آکر اپنی قربانی کا گوشت تناول فرماتے تھے۔

۱۰۔ عن ثوبان قال ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحیتہ ثم قال یا ثوبان اصلح لحم ھذہ فلم ازل اطعمہ منھا حتی قدم المدینتہ۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۹ و عون المعبود ج ۳ ص ۵۹

حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں اپنی قربانی ذبح فرمائی پھر مجھے فرمایا کہ اس قربانی کا گوشت سنبھال رکھو۔ میں آپ کو برابر اس کا گوشت کھلاتا رہا تاآنکہ آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

عہد نبوی میں قربانی کا عام رواج

۱۔ اوپر حضرت عقبہ بن عامر جہنی کی حدیث گزر چکی ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے لئے صحابہ میں جانور تقسیم فرمائے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲ اور ترمذی کی حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ قربانی کے لئے بکریاں تقسیم فرمائیں۔ تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۶

۲۔ عن البراء قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم نحر فقال لا یذبحن احدکم حتی یصلی۔ ترمذی مع تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۹۔ حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کے دن ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ نماز عید ادا کرنے سے پہلے کوئی شخص قربانی نہ دے۔

۳۔ عن ابن عباس قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا البقرۃ عن سبعتہ والبعیر عن عشرۃ رواہ الخمستہ الا ابا داود و حسنہ الترمذی ویشھد ما فی الصحیحین من حدیث رافع بن خدیج انہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم فعدل عشرا من الغنم ببعیر۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۱۵ و تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۶۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے' تو سفر ہی میں عید قربان آگئی۔ تو ہم نے

گائے میں سات سات اور اونٹ میں دس دس آمیوں نے مل کر قربانی دی۔

۴۔ قال ابو ایوب کان الرجل فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یضحی بالشاة الواحدة عنه وعن اهل بیته فیا کلون ویطعمون۔ رواہ الترمذی و صححہ وابن ماجہ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۴۔ و تحفتہ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۷ حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتا تھا۔ تو اسی سے کھاتے اور کھلاتے تھے۔

قربانی کا صحابہؓ سے ثبوت

۱۔ عن محمد بن سیرین قال سالت ابن عمر عن الضحایا ا واجبته هی قال ضحی رسول الله صلی الله علیه وسلم والمسلمون من بعده وجرت به سنته۔ ابن ماجہ ص ۲۳۲۔ حضرت محمد بن سیرینؒ تابعی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا رسول اللہؐ نے قربانی کی اور آپ کے بعد والے مسلمانوں کی اور قربانی کی یادگار جاری ہے۔

۲۔ قال یحیی بن سعید سمعت ابا امامته بن سهل قال کنا نسمن الاضحیته بالمدینته وکان المسلمون یسمنون۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ وابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۹۔ کہ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں میں نے حضرت ابو امامہؓ سے سنا آپ نے کہا ہم (یعنی صحابہ) مدینہ میں قربانیاں موٹی کرتے تھے۔ اور مسلمان بھی یہی کرتے تھے۔

۳۔ عامر شعبی ۱۰۴ھ جیسے کبیر تابعی جنہیں پانچ سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے فرماتے ہیں۔ **ترکت اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم وهم متوافرون کانوا یذبحون البقرة والبعیر عن سبعته** محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۸۲ میں نے بہت سے صحابہؓ کو پایا ہے کہ وہ گائے اور اونٹ میں سات سات آدمی مل کر قربانی دیتے تھے۔

۴۔ ابراہیم نخعی تابعی ۹۶ھ فرماتے ہیں **کان اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم یقولون البقرة و الجزور عن سبعته۔** محلی ج ۷ ص ۳۸۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات اجنبی حصہ داروں کی شراکت کے قائل تھے۔

۵۔ امر ابو موسی بناته ان یضحین بایدیهن۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے قربانی ذبح کریں۔

۶۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں عید اور قربانی کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ و مسلم ج ۲ ص ۱۵۷

۷- عن نافع ان عبداللہ بن عمر ضحی مرۃ بالمدینۃ قال نافع فامرنی ان اشتری لہ کبشا فحیلا اقرن ثم اذبحہ یوم الاضحی فی مصلی الناس قال نافع ففعلت ثم حمل الی عبداللہ بن عمر وکان مریضا لم یشھد العید مع المسلمین۔ موطا امام مالک ص ۴۹۵

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مدینہ میں قربانی کی۔ نافع کہتے ہیں چنانچہ مجھے حکم دیا کہ میں حضرت کے لئے موٹا تازہ سینگ دار مینڈھا خریدوں۔ پھر اسے عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ میں ذبح کروں میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ ذبح کیا ہوا مینڈھا آپ کے پاس پہنچا دیا..... اور آپ اس دن صاحب فراش تھے حتیٰ کہ مسلمانوں کے ساتھ نماز عید میں بھی شرکت نہ کر سکے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی نظر میں قربانی کی کس قدر اہمیت تھی کہ بیماری کی وجہ سے نماز عید میں شریک نہ ہو سکے لیکن قربانی فوت نہیں ہونے دی۔

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ اور بکثرت دوسری احادیث جو طوالت کے خوف سے قلمزد کر دی ہیں سب کی سب اپنے مضمون میں متفق ہیں۔ اور ان سے درج ذیل دس نکات حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عیدالاضحیٰ کی قربانی کا حکم دیا (۲) خود وفات تک برابر دس سال اس پر عمل فرمایا۔ اور اپنی وفات سے پہلے حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ میری طرف سے قربانی کرتے رہنا۔ اللہ اکبر رسول اللہؐ کو اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت سے کس قدر پیار تھا۔ (۳) مسلمانوں میں اس کو سنت الاسلام اور شعار دین کی حیثیت سے رواج دیا۔ (۴) عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی ذبح کرنا سنت المسلمین ہے۔ (۵) رسول اللہؐ غریب صحابہؓ میں قربانی کے جانور تقسیم فرماتے تھے تاکہ وہ بھی اس سنت پر عمل درآمد کی سعادتوں سے ہمکنار ہو سکیں۔ (۶) عید قربان کے دن عیدگاہ سے واپسی تک کچھ نہ کھانا چاہئے اور واپس آکر اپنی قربانی کے گوشت کے ساتھ کھانا تناول کرنا سنت ہے۔ (۷) سفر کے دوران بھی صحابہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی ترک کرنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ (۸) اونٹ کی قربانی میں دس دس اور گائے کی قربانی میں سات سات اجنبی حصہ داروں کی شراکت جائز ہے۔ (۹) صحابہ کے عہد میں قربانی کا عام رواج تھا اور ان میں قربانی کا شوق اتنا فراواں تھا کہ وہ اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے۔ گویا قربانی افزائش نسل کا سبب بن گئی۔ آج بھی اس طرز عمل سے مویشیوں کی نسل میں برکت آسکتی ہے مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ صرف شعائر اسلام پر اعتراض کرنا جانتے ہیں۔ عمل کرنا نہیں جانتے۔ (۱۰) صحابہ کرام بیماری کے باوصف قربانی فوت نہیں ہونے دیتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ قربانی کے منکرین کے اس دعویٰ میں قطعا کوئی صداقت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو قربانی کا حکم نہیں دیا تھا۔ **فافھم ولا تکن من القاصرین المعاندین۔**

ملحوظہ۔ یہ بھی ملحوظ رہے کوئی ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی کہیں موجود نہیں ہے جو یہ بتاتی ہو کہ عید قربان کی یہ قربانی سنت رسولؐ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی جان لینی جاہئے کہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں نہ کوئی عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ اور نہ کوئی نماز قربانی سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے ان تمام احادیث میں لازماً" بس اسی عید اور قربانی کا بیان ہے جو مکہ مکرمہ سے باہر ساری دنیا میں ہوتی ہے' ایں رہ منزل قدس است میندیش و بیا ۔ میل ازیں راہ خطا باشد ہیں تانکنی۔

منکرین قربانی سے ایک سوال :۔ سطور بالا میں رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ کے قول و عمل میں سے ان چند باتوں کو زیب قرطاس بنایا گیا ہے۔ جن سے بسہولت تام یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہؓ میں قربانی کا تصور کیا تھا۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کا طریقہ کیا تھا۔ یہ احادیث اصول روایت اور اصول درایت دونوں لحاظ سے اس قدر تسلی بخش ہیں کہ ان پر کوئی نقد و جرح ممکن نہیں۔ اب پروفیسر رفیع اللہ شہاب اور ان جیسے دوسرے تحقیق گزیدہ دانشور جو آج مسئلہ قربانی کو اپنی نئی نئی تجویزوں کا نشانہ بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کو قربانی سے متنفر کرنے کے لئے ایک نیا اختراعی تصور پیش کرنے میں جتے ہوئے ہیں۔ وہ یا تو ثابت کریں کہ یہ تمام احادیث جن سے رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ طرز عمل واضح ہوتا ہے۔ سرے سے وضعی اور خانہ ساز ہیں۔ اور ان احادیث کو (معاذ اللہ) فلاں مولوی نے فلاں دور میں وضع کیا تھا۔ یا کسی قدیم نوشتہ سے ان کو نقل کیا تھا۔ اور پھر انہیں بڑی چابک دستی کے ساتھ امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام بخاری' امام مسلم اور دیگر جھابذہ محدثین کے کانوں میں پھونک دیا تھا۔ اور ان نیک دل ائمہ کرام نے بالاتفاق اور بے چوں و چرا بغیر کسی تحقیق و تمحیص کے ان موضوع روایات کو اپنی کتابوں کی زینت بنا دیا۔ بس یہ اصلیت ہے موطا امام مالک' کتاب الام للشافعی' مسند احمد' صحیح البخاری' الصحیح لمسلم اور سنن اربعہ کی ان روایات کی' اگر یہ بات ان تحقیق گزیدہ افراد سے ثابت نہ ہو سکے پھر ہمیں یہ بتایا جائے کہ مسئلہ قربانی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے روشن طرز عمل کے ہوتے ہوئے ان کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ قربانی کے متعلق اپنا بناسپتی متبادل طرز عمل ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کرتے پھریں۔

مسلم از سر نبی بیگانہ شد ۔ باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد

قربانی اور فقہاء مذاہب کا اتفاق :۔ مسئلہ قربانی کے متعلق فقہاء کرام کی رائے اور ان کے مذاہب مکمل شرح و بسط کے ساتھ ان کی کتابوں میں موجود ہیں اور قربانی کی مشروعیت یعنی اس کے شرعی حکم ہونے پر تمام فقہاء اسلام متفق ہیں۔ مولفین صحاح ستہ نے اپنی اپنی صحیح میں قربانی کے لئے

مستقل باب باندھے ہیں اور اسی طرح حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اور ظاہری مسلک کی کلیدی کتب میں بھی یہی انداز پایا جاتا ہے۔ یہ باب "کتاب الاضاحی یا کتاب الضحایا" (قربانیوں کا بیان) کے نام سے موسوم کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں فقہاء مذاہب ان کی متداول کتابوں میں "کتاب الضحایا" کو "کتاب الذبائح" (ذبیحوں کا بیان) کے بعد متصل لکھا گیا ہے حالانکہ "باب الھدی" (حاجیوں کی قربانی کا باب) کو تمام فقہاء کتاب الحج میں لائے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فقہاء مذاہب حاجی کے علاوہ تمام مسلمانوں کے لئے عام قربانی کے بھی قائل ہیں۔ اور کتاب الضحایا میں وہ اسی قربانی کے احکام درج کرتے ہیں اور قربانی کی اس قسم کو وہ حج یا مکہ کے ساتھ مخصوص نہیں جانتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ باب بھی کتاب الحج کے ضمن میں مذکور ہوتا۔ اس ضروری وضاحت کے بعد ائمہ مذاہب کی آراء سامیہ ملاحظہ فرمائیے

۱۔ امام ابو حنیفہ اور قربانی :۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔ اما الوجوب فقول ابی حنیفۃ .. .. ہدایہ جلد ۴ ص ۴۴۳ھ۔ امام ابو حنیفہ، امام محمد، امام زفر، امام حسن اور ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف قربانی کو واجب کہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے مبسوط سرخسی ج ۱۲ ص ۷، بدائع الصنائع للکاسانی حنفی ج ۵ ص ۶۱، ۶۲ و فتح القدیر ج ۸ ص ۴۲۵ ورد المختار ج ۶ ص ۳۳۱ تا ۳۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔ عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۴۔

۲۔ امام مالک متوفی ۱۷۹ فرماتے ہیں۔ **الضحیۃ سنۃ ولیست بواجبۃ ولا احب لاحد ممن قوی علی ثمنھا ان یترکھا** موطا امام مالک ص ۴۹۷ قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے۔ اور جو شخص قربانی خرید کر سکتا ہو اس کے لئے قربانی کا ترک کرنا اچھا نہیں۔

بدایۃ المجتہد لابن رشد مالکی میں ہے **وروی عن مالک** مثل قول ابی حنیفۃ۔ ج ۱ ص ۳۴۴ اور امام مالک ابو حنیفہ کے موافق قول نقل کیا گیا ہے۔

۳۔ مجدد شریعت امام شافعیؒ ۲۰۴ھ فرماتے ہیں۔ **الضحایا سنۃ لا نحب ترکھا** کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۹ قربانیاں سنت ہیں۔ ہم تو قربانی کے ترک کو پسند نہیں کرتے۔ مزید تفصیل نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۳ و نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۳۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ کا مذہب **قال الشافعی و احمد ھی مستحبۃ الا ان احمد قال لا یستحب ترکھا مع القدرۃ علیھا۔** الافصاح علی المذاہب الاربعۃ لابن ہبیرۃ الحنبلی ۵۶۰ھ ج ۱ ص ۳۰۵

کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک قربانی مستحب (سنت) ہے۔ تاہم امام احمد نے کہا ہے کہ استطاعت کے ہوتے ہوئے اس کا ترک مستحب امر نہیں۔

شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی ۶۲۰ھ نے قربانی کو سنت موکدہ لکھا ہے۔ عمدہ الاحکام مع شرح المقنع ج ۱ ص ۴۸۱

۵۔ امام ابن حزم ظاہری ۴۵۶ھ فرماتے ہیں۔ **الا ضحیتہ سنتہ حسنتہ ولیست فرضا ومن ترکہا غیر راغب عنہا فلا حرج علیہ فی ذلک** محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۵۷ کہ قربانی سنت حسنہ ہے فرض نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی وقت اس نیت سے چھوڑ دے کہ یہ فرض نہیں تو اس پر کوئی حرج نہ ہو گا۔

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں **واما حکمہا فہوا السنتہ فالا ضحیتہ سنتہ موکدہ یثاب فاعلہا ولا یعاقب تارکہا وھذا القدر متفق علیہ فی الحقیقتہ ولکن قالوا حنیفتہ انہا سنتہ عین موکدۃ لا یعذب تارکہا بالنار الفقہ علی المذاہب الاربعتہ** ج ۱ ص ۷۱۶۔ کہ قربانی سنت موکدہ ہے قربانی کرنے والے کو ثواب ہو گا اور قربانی کے تارک کو عذاب نہ ہو گا اتنی بات پر تو سب فقہاء کا اتفاق ہے۔ تاہم احناف کے نزدیک قربانی سنت موکدہ عینی ہے۔ تاک کے لئے عذاب کے وہ بھی قائل نہیں۔

۶۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر ۸۵۲ کا تفصیلی نوٹ۔ فرماتے ہیں' ائمہ اسلام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شرائع اسلام میں سے ہے۔ اختلاف صرف اتنا ہے کہ شوافع اور جمہور کے نزدیک قربانی سنت موکدہ علی ا لکفایہ ہے اور ایک روایت کے مطابق شوافع کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے مگر صرف آسودہ حال پر (مسافر اور حاجی پر نہیں) امام مالک سے پھر یہی قول منقول ہے ایک روایت کے مطابق لیکن امام مالک کے نزدیک مسافر پر بھی قربانی واجب ہے۔ اور امام اوزاعی اور امام لیث سے بھی امام مالک کے قول کے مطابق فتویٰ منقول ہے۔ البتہ احناف میں سے امام ابو یوسف اور ما لکیہ میں سے امام اشہب نے اپنے ائمہ سے اختلاف کرتے ہوئے جمہور سے اتفاق کیا ہے۔ امام احمد نے فرمایا جس شخص میں قربانی دینے کی استطاعت ہو پھر اس کا قربانی نہ دینا مکروہ امر ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی سے روایت یوں ہے کہ قربانی سنت ہے۔ لیکن اس سنت کے ترک کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۲

شیخ احمد بن یحییٰ زیدی شیعہ ف ۸۴۰ھ لکھتے ہیں۔ **وھی مشروعتہ اجماعا لقولہ تعالی (فصل لربک وانحر) وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم (عظموا اضحا یا کم) الخبر و نحوہ۔** البحر الزخار ج ۵ ص ۳۱۰۶ کہ قربانی باجماع امت مشروع ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔

قلنا اخبارنا دلیل کونہ للندب۔ البحر الزخار ج ۵ ص ۳۳۱۔ ہماری پیش کردہ احادیث کے مطابق قربانی ایک مستحب امر ہے۔

۸۔ شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ القمی شیعہ ف ۳۸۱۔ لکھتے ہیں۔ **عن ابی جعفر قال الاضحیتہ**

واجبته علی من وجد من صغیرا وکبیر وھی سنته۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۲۹۲ باب الاضاحی۔ حضرت ابو جعفر باقر فرماتے ہیں کہ قربانی سنت ہے اور چھوٹے بڑے صاحب استطاعت پر قربانی کرنا ضروری امر ہے۔

ان فقہی حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے پر تمام شیعہ سنی فقہاء اسلام کا اجماع و اتفاق ثابت ہے۔ اور کسی ایک فقیہ کا قول بھی اس کے خلاف نہیں ملتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ نرا مغالطہ سراسر دھوکہ اور مسلمانوں کو قربانی سے متنفر کرنے کی ایک شرمناک جسارت ہے۔ اگر اب بھی ان کو اپنے اس ادعاء پر ناز ہو تو پھر ہمیں بھی اپنے ان فقہاء کا اتہ پتہ دیں۔ جو قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل نہیں۔ کون ہیں۔ کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ' سنی ہیں تو وہ فقہاء اہل حدیث میں سے ہیں یا فقہاء مذاہب اربعہ میں سے' اور اگر سنی ہیں تو کونسے ہیں؟ ان کا علمی اور عملی چوکھٹا کیسا ہے؟ ان کا وہ کونسا فقہی سرمایہ ہے؟ جس میں انہوں نے قربانی کی مشروعیت سے انکار یا اختلاف کیا ہے؟ تاکہ ہم بھی ان کے موقف کا جائزہ لے سکیں' **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔**

لاؤ تو سہی ذرا میں بھی دیکھ لوں　　　کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

یہ بھی یاد رکھئے۔ کہ مذکورہ بالا فقہاء اسلام کا یہ اجماع و اتفاق قربانی کے مشروع و مسنون امر ہونے پر بذات خود ایک مستقل اور ناقابل انکار شہادت ہے۔ کیونکہ ان فقہاء کرام کا زمانہ عہد نبوت اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام و مسائل پر رسول اللہ اور صحابہ کرام کا طرز عمل معلوم کر سکتے تھے کہ تحقیق و تفحص کے تمام ذرائع موجود تھے دیکھئے ائمہ اربعہ کے زمانہ ولادت و وفات کا نقشہ یہ ہے امام ابو حنیفہ ولادت سنہ ۸۰ھ وفات سنہ ۲۰۴ (۴) امام احمد ولادت سنہ ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ ہے مثلاً امام مالکؒ نے اسی مسئلہ قربانی پر متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث صرف دو راویوں کے واسطہ سے نقل فرمائی ہے یعنی امام مالک نے ابن زبیر مکی سے انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سلمی سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث سنی۔ موطا ص ۴۹۶ اس طرح امام مالک نے قربانی کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ اور دیگر صحابہ کرام کے اقوال و آثار صرف ایک واسطہ سے روایت کئے ہیں۔ یعنی امام مالک نے قربانی کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر کا طرز عمل اور ان کے آثار صرف ایک تابعی حضرت نافع کے واسطہ سے روایت کئے ہیں۔ موطا ص ۴۹ و ۴۹۷۔

امام ابو حنیفہ تو امام مالک سے بھی تیرہ برس بڑے ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن شہر کوفہ رہا کیا جو حضرت علیؓ کا دارالخلافہ تھا۔ امام ابو حنیفہ کی ولادت اور حضرت علیؓ کی شہادت کے درمیان صرف چالیس برس

کا فاصلہ ہے۔ امام موصوف کے زمانہ میں ایسے لوگ ہزار در ہزار موجود تھے جنہوں نے خلفائے راشدین کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور صحابہ کرام کی صحبت پائی تھی۔ کہ قربانی کا یہ طرزِ عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اسے رواج دیا؟

یہی حالت پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تمام فقہاء کی ہے۔ ان سب کا زمانہ عہد نبوت اور عہد صحابہ سے اتنا قریب تھا کہ ان کے لئے سنت اور بدعت کے درمیان تفریق کرنا کوئی بڑا مشکل امر نہ تھا۔ اور وہ آسانی کے ساتھ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکتے تھے کہ جو عمل سنت نہ ہو اسے سنت باور کر بیٹھیں۔

امت کا تواتر عمل :۔ قربانی کے مشروع و مسنون عمل ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک اور اہم ترین شہادت امت کے متواتر عمل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور اس کی قربانی جس روز سے شروع فرمائی اسی روز سے وہ امت مسلمہ میں عملاً رواج پا گئی اور اس تاریخ سے آج تک دنیا کے تمام اطراف و اکناف میں تمام مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں اس کے چودہ سو سالہ تسلسل میں کبھی ایک سال کا انقطاع بھی واقع نہیں ہوا ہے۔ ہر نسل نے پہلی نسل سے اس کو سنت المسلمین کے طور پر لیا ہے اور اپنے سے بعد والی نسل کی طرف سے اسے منتقل کیا ہے یہ ایک ایسی عالمگیر سنت ہے جو ایک ہی انداز میں دنیا کے ہر اس شہر اور قریہ میں ادا ہوتی چلی آرہی ہے جہاں کوئی مسلمان آباد رہا ہے اور یہ ایک ایسا متواتر عمل ہے جس کی زنجیر ہمارے عہد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اس طرح مسلسل قائم ہے کہ اس کی ایک بھی کڑی کہیں سے غائب نہ ہوئی ہے۔ دراصل یہ ویسا ہی تواتر ہے جس تواتر پر ہم نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانا ہے اور عرب کے در یتیم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول تسلیم کیا ہے۔ کوئی فتنہ گر تو اس تواتر کو بھی اگر مشکوک قرار دینے کی ٹھان لے تو پھر اسلام میں کونسی چیز شک سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

مختصر یہ کہ قربانی کی اصل نوعیت یہ ہرگز نہیں کہ ہماری تاریخ کا کوئی دور ایسا گزرا ہو جس میں کسی معتمد فقیہ نے قربانی ایسی سنت موکدہ کو مشکوک ٹھہرایا ہو۔ **والحمدللہ علی ذالک**

مغالطہ ۔ حضرت ابو بکرؓ خلیفہ اول اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اپنی تمام زندگی بھر عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں کی۔ محض اس لئے کہ پیرو کار یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ قربانی ایک واجب عبادت ہے۔ محلی بن حزم ج ۷ ص ۳۵۸۔

جواب۔ اس اثر سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک

عیدالاضحیٰ کی قربانی کی مشروعیت محل نظر تھی بوجوہ غلط محض اور سراسر خلاف واقعہ ہے۔

اول اس لئے کہ چونکہ امام ربیعہ' امام ثوری' امام لیث' امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ رحمھم اللہ تعالیٰ قربانی کے وجوب کے قائل تھے۔ لہٰذا امام ابن حزمؒ حضرت ابو بکر' حضرت عمر رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو مسعود بدریؓ وغیرہ صحابہ کے یہ آثار پیش کر کے قائلین وجوب کے علی الرغم یہ ثابت کر رہے کہ حضرت ابو بکر' حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے قربانی کا وجوب ثابت نہیں۔ جیسا کہ موصوف اسی صفحہ پر یہ تصریح فرماتے ہیں۔ **لا یصح عن احد من الصحابۃ ان الاضحیۃ واجبۃ۔** المحلی ج ۷ ص ۳۵۸

امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہا کے اس اثر کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۹۔ جیسا کہ یہ حقیقت آپ کے پیش کردہ ترجمہ کی خط کشیدہ عبارت سے بھی صاف واضح ہے۔ جس پر آپ نے نہ جانے کیوں غور نہیں فرمایا۔

امام محمد بن اسمٰعیل الامیر ف ۱۱۸۲ھ نے بھی ان آثار کے یہی مطلب متعین فرمایا ہے۔ **وافعال الصحابۃ دالتہ علی عدم الایجاب۔** سبل السلام ج ۴ ص ۹۱۔ کہ صحابہ کا یہ طرز عمل قربانی کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

قربانی سنت موکدہ ہے یہ اس لئے کہ جمہور صحابہؓ' تابعین اور فقہاء کی طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ سے بھی عیدالاضحیٰ کی قربانی کا سنت موکدہ ہونا ثابت ہے' جیسا کہ

۱۔ امام نووی ف ۶۷۶ھ تصریح فرماتے ہیں۔ کہ صاحب استطاعت پر عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی ذبح کرنا سنت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت بلالؓ' حضرت ابو مسعود بدریؓ' سعید بن مسیبؒ' علقمہؒ' اسودؒ' عطاؒ' وغیرہ تابعین اور امام مالک' امام احمدؒ' امام ابو یوسف' امام اسحاقؒ' امام ابو ثورؒ' امام مزنی' امام ابن منذر اور امام داؤد ظاہری وغیرہ فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ نووی ج ۲ ص ۱۵۳

۲۔ امام ابن قدامتہ مقدسی ف ۶۸۲ لکھتے ہیں اکثر اہل علم کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے واجب نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم' فقہاء میں سے امام شافعی اور امام اسحاق وغیرہ فقہاء سے یہی قول مروی ہے۔ مغنی ابن قدامہ مع شرح الکبیر ج ۳ ص ۵۸۱

۳۔ امام محمد بن اسمٰعیل الامیر حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت ابن عباسؓ اور بلال رضی اللہ عنہم کے آثار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں **والروایات عن الصحابۃ فی ھذا المعنی کثیرۃ دالتہ علی انھا سنتہ۔ سبل الاسلام** ج ۴ ص ۹۱۔ صحابہ کرامؓ سے ایسی بہت سی روایات مروی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ عیدالاضحیٰ کی قربانی سنت (موکدہ) ہے۔ ثالث اس لئے کہ آپ کی پسندیدہ کتاب محلی ابن حزم میں ہے کہ حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' حضرت ابن عمرؓ' حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انس رضی اللہ

عنہم ۱۲ ذی الحجہ تک قربانی ذبح کرنے کے جواز کے قائل تھے۔ محلی ج ۷ ص ۳۷۸
ب۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات حصہ داروں کی شراکت کے قائل تھے **ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذین بالکوفۃ المتوفی فقالوا نعم قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر قالہ الشعبی** محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۸۲۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل بیان فرماتے تھے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۷۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابو بکر خلیفہ اول اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی بھر عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں کی تھی تو پھر وہ تین دن تک قربانی کے قائل کس لئے تھے؟ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات اجنبی حصہ داروں کی شراکت کا فتویٰ کس برتے پر دیتے تھے؟ اور حضرت عمر خلیفہ ثانی، حضرت عثمان خلیفہ ثالث اور حضرت علی خلیفہ رابع عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل کیوں بیان فرماتے تھے؟ کیا یہ محض دل بہلاوا تھا۔ اگر آپ محلی کی کتاب **الاضاحی** پر ایک سرسری نظر ڈال لینے کی زحمت گوارا فرما لیتے تو آپ کو ان مغالطوں اور غلط بیانیوں سے نجات مل جاتی۔ اور انکار سنت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بھی بچ جاتے۔

خود ہی گلچیں چند کلیوں پر قناعت کر گیا — ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

رابع اس لئے کہ اس اثر میں ایسا کوئی جملہ موجود نہیں جس کا ترجمہ "زندگی بھر" کیا جا سکے۔ بلکہ یہ الفاظ پروفیسر نے اپنی طرف سے ایجاد کئے ہیں اگرچہ محلی کے الفاظ میں ترک قربانی کی مدت بیان نہیں کی گئی تاہم مبسوط سرخسی میں اس کی کل مدت سال دو سال بیان کی گئی ہے الفاظ یہ ہیں **وعن ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کانا لا یضحیان السنۃ والسنتین مخافۃ ان یراھا للناس واجبۃ۔** مبسوط ج ۱۲ ص ۸ نیز بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۲ اور فتح القدیر لابن ہمام ج ۸ ص ۴۲۸۔ لہٰذا احتمال ہے کہ شیخین نے اپنی تنگ دستی یا پھر بعض دوسرے تنگ دست مسلمانوں کے پیش نظر سال دو سال قربانی ترک کر دی ہو جیسا کہ مبسوط ج ۱۲ ص ۹۔ بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۳ اور فتح القدیر ج ۸ ص ۴۲۸ میں حنفی علماء نے لکھا ہے۔

خامس اس لئے کہ مانا کہ شیخین نے زندگی بھر کبھی قربانی نہیں کی لہٰذا بفرض تسلیم ان کا یہ فعل چونکہ احادیث صحیحہ مذکورہ بالا کے خلاف ہے لہٰذا ان کا یہ فعل شرعاً حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ امام ابن حزم کو جزائے خیر دے کتنی پتہ کی بات کہہ گئے ہیں **لا حجۃ فی احد دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔** محلی ج ۷ ص ۳۷۵

مغالطہ حضرت ابن عباس نے کبھی قربانی نہیں کی ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کے دن سے قربانی کے مسئلہ پر رائے لی گئی تو انہوں نے فوراً اپنے ملازم کو بازار بھیجا کہ دو درہم کا گوشت لے آئے اور سب کو بتا دے کہ یہ گوشت اس قربانی کا ہے جو ابن عباس نے کی ہے۔ بدایۃ المجتہد علامہ ابن رشد قرطبی ج ۱ ص ۳۴۴۔

جواب۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے کبھی قربانی نہیں کی ان پر بہتان اور افتراء ہے۔ علامہ ابن رشد قرطبی ف ۵۹۵ھ کی بدایۃ المجتہد کتاب الضحایا اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے بنظر امعان اور بنگاہ انصاف اسے متعدد دفعہ پڑھا ہے۔ ہمیں تو اس پوری بحث میں ایسا کوئی جملہ نہیں ملا۔ جس سے یہ مترشح ہوتا ہو کہ حضرت نے کبھی قربانی نہیں کی۔ اگر پروفیسر صاحب میں اخلاقی جرات ہے تو اپنے اس ادعاء کا ثبوت پیش فرما دیں۔ ورنہ اپنی خط کشیدہ اختراعی اور وضعی عبارت واپس لینے کا اعلان جاری فرما دیں۔ جہاں تک بازار سے گوشت منگوانے کا تعلق ہے۔ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قربانی کے وجوب کے قائل نہ تھے بلکہ دوسرے جمہور صحابہ کی طرح وہ بھی قربانی کو سنت موکدہ سمجھتے تھے جیسا کہ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں ومذہب ابن عباس ان لا وجوب۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۴۴ پھر یہ اثر بلا سند ہے۔ لہٰذا کچھ پتہ نہیں کہ یہ اثر صحیح ہے یا ضعیف۔ ہاں محلی ابن حزم میں یہ اثر بالسند منقول ہے لیکن اس کا ایک راوی ابو معشر نجیح بن عبداللہ ضعیف ہے۔ لہٰذا ایسے ضعیف اثر کو معرض استدلال میں پیش کرنا کار کودکاں اور بچگانہ حرکت ہے۔

(۳) علاوہ ازیں یہ اثر روایت کے لحاظ سے بھی قابل استدلال نہیں۔ کیونکہ قابل غور اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں انکار سنت کے متعدد مستحکم ادارے سنت کے خلاف معرکہ آراء ہیں۔ اور اپنی تمام فکری اور مادی توانائیوں کو میدان میں جھونک چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی بحمداللہ تعالیٰ قربانی کے ایام میں پاکستان کے کسی بازار میں گوشت فروخت ہوتا دیکھنے میں نہیں آیا۔ اندریں صورت صحابہؓ کے عہد کے بارے میں جو کہ سراپا خیر و برکت کا زمانہ تھا یہ باور کر لینا کہ قربانی کے ایام میں بازار میں گوشت فروخت ہوتا تھا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

(۴) حضرت ابن عباس کا یہ فرمانا یہ کہ یہ گوشت اس قربانی کا ہے جو ابن عباس نے کی ہے' اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے عہد میں قربانی کا رواج عام تھا۔ (۵) آپ نہ صرف قربانی کو سنت موکدہ سمجھتے تھے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ قربانی کرنے کے اتنے شیدائی تھے کہ سفر میں بھی ان کو ترک نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ "قربانی کا صحابہ سے ثبوت" کے عنوان میں اس کا ثبوت رقم ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۶ و سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹۷۔

(۶) یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ ایک گائے کی قربانی میں سات اور ایک اونٹ کی قربانی میں دس اجنبی

حصہ داروں کی شراکت کے بھی قائل تھے۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۸۲
ان چھ قوی ترین نقلی اور عقلی وجوہ کے علی الرغم بدایتہ المجتہد کے ایک بے سند اور ضعیف اثر کے برتے پر عوام الناس کو قربانی سے متنفر کرنے کے لئے حضرت ابن عباسؓ ایسے متبع سنت صحابی اور ترجمان القران کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے کبھی قربانی نہیں کی۔ ان پر صریح بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا پروفیسر صاحب کی خدمت میں بصد ادب یہ گذارش ہے کہ اگر وہ اپنی تجدد پسندی کے پیش نظر قربانی کو سنت رسولؐ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو نہ سہی مگر کم از کم صحابہ کرام کے تقدس کو تو پامال نہ کریں۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن   تابماند نام نیکت برقرار

مغالطہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ جو بہت امیر صحابی تھے اور ہزاروں بھیڑوں کے مالک تھے نے کبھی عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں کی۔ مبسوط ج ۱۲ ص ۸
جواب۔ نہ جانے پروفیسر صاحب کو لا تقربوا الصلواۃ کے روایتی محاورہ سے اتنا عشق کیوں ہے کہ وہ ہر ایک حوالہ کی کتر بیونت کر کے صرف اپنی مرضی کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء فرماتے ہیں۔ حسب سابق اس حوالہ میں بھی یہی گھپلا مارا ہے۔ کہ مبسوط سے انہوں نے اپنے مطلب کی بات تو لے لی' لیکن اس کے آگے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ ایک تو مبسوط میں "کبھی" کا لفظ موجود نہیں۔ دوسرا یہ کہ اس اثر کے آگے اس کی وجہ بھی مرقوم ہے۔ کہ انہوں نے ایسا اس لئے کیا ہو گا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ قربانی اپنی تمام تر اہمیت کے باوصف واجب نہیں۔ **مخافتہ ان یراھا الناس واجبتہ۔** مبسوط ج ۱۲ ص ۸ یعنی جمہور صحابہ کی طرح حضرت ابو مسعود انصاریؓ کے نزدیک بھی قربانی سنت موکدہ تھی۔ جیسا کہ ہم نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۳' البحرالزخار ج ۵ ص ۳۱۱ اور نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۶ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں محلی ابن حزم وغیرہ کتب میں ایسے اور بھی بہت سے حوالہ جات موجود ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ قربانی کی مشروعیت کے قائل تھے۔ چنانچہ المحلی میں ہے کہ آپ گائے کی قربانی میں سات حصے داروں کی شرکت کے قائل تھے۔ ج ۷ ص ۳۸۲۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ سرے سے قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل ہی نہ تھے تو پھر وہ گائے کی قربانی میں سات حصے داروں کی شراکت کے قائل کیوں تھے؟ اسی حقیقت کے پیش نظر امام ابن حزمؒ نے ان کے دس آثار کو ان صحابہ کرام کے آثار کے ضمن میں درج فرمایا ہے جو قربانی کو سنت موکدہ مانتے تھے اور بس۔ ثانی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ان کا اپنا ذاتی قول ہے جو بہرحال کتاب و سنت کا معارض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ علامہ کاسانی حنفی ف ۵۸۷ھ لکھتے ہیں قول ابی مسعودؓ **لا یصلح معارضا للکتاب الکریم**

والسنتہ بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۳۔ لہٰذا ان کے اس قول کی وجہ سے ان کے متعلق یہ کہنا کہ "انہوں نے کبھی عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں کی" جہاں ان کے ساتھ صریح ناانصافی وہاں مطلب بر آوری کی بدترین مثال بھی ہے۔

مغالطہ ۔ صحابہ کرام کے اس عمل کو دیکھتے ہوئے امام ابن حزم نے فتویٰ صادر فرمایا کہ جانور کی قربانی اسلام میں واجب نہیں۔ المحلی ج ۷ ص ۳۵۷۔

امام موصوف کا یہ فتویٰ بالکل بجا اور حق ہے۔ لیکن اگرچہ پروفیسر صاحب اس فتویٰ کے ذریعہ یہ غلط تاثر دینا چاہتے ہیں کہ امام ابن حزم جیسا جلیل القدر محدث اور نامی محقق بھی قربانی کی مشروعیت کا قائل نہ تھا تو یہ شرمناک علمی خیانت ہے کیونکہ امام موصوف نے اس فتویٰ کی ابتداء میں بڑے صاف اور واشگاف الفاظ میں جانور کی قربانی کو سنت حسنہ لکھا ہے۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۵۷ اور اگر انہیں اس فتویٰ کی اوٹ میں نفس قربانی کی مشروعیت سے انکار مقصود ہے تو یہ ان کی بہت بڑی بھول ہے۔ کیونکہ عدم وجوب سے سنت کی نفی لازم نہیں آتی۔ **فافہم وتفکر**

مغالطہ ۔ سعید بن المسیب جو کہ صحابہ کرام کے بہت عقیدت مند تھے نے یہ فیصلہ دیا کہ کسی غریب کی امداد کے طور تین درہم خرچ کرنا عیدالاضحیٰ کی قربانی سے زیادہ افضل ہے۔

ج اول۔ حضرت سعید بن مسیبؒ اس قول سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ قربانی کی مشروعیت اور اس کی اہمیت کے قائل نہ تھے محض غرض پرستی پر مبنی ہے کیونکہ ان کے مذہب میں قربانی سنت موکدہ تھی۔ جیسا کہ پیچھے تفصیلاً" گزر چکا ہے۔ ہاں وجوب کے قائل نہ تھے۔ اور اس کے اظہار کے لئے کسی سال قربانی چھوڑ دی ہو گی۔ چنانچہ امام ابن حزم نے ان کے اس قول کو اس ضمن میں درج فرمایا ہے۔ جبکہ امام موصوف نے ایک دوسرے مقام پر حضرت سعید کا معمول یہ لکھا ہے کہ آپ کسی سال اونٹ کی قربانی ذبح کرتے' کسی سال گائے کی قربانی کرتے اور کسی سال بکری کی قربانی دیتے تھے اور کبھی ناغہ بھی کر لیتے۔ المحلی ج ۷ ص ۳۷۳۔ مزید براں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ گائے کی قربانی میں سات اور اونٹ کی قربانی میں دس اجنبی حصہ داروں کی شراکت کے جواز کے قائل تھے۔ المحلی ج ۷ ص ۳۸۲

ج ثانی۔ ایام قربانی میں صدقہ کرنا افضل عمل نہیں بلکہ قربانی ہی افضل عمل ہے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو کوئی اور عمل اتنا زیادہ محبوب نہیں جتنا اہراق دم (جانور کی قربانی کا) عمل محبوب ہے۔

(۲) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی نیک کام پر چاندی خرچ کرنا اتنا افضل نہیں جتنا عید قربان کے دن جانور کی قربانی پر روپیہ خرچ کرنا افضل ہے۔

لہذا ان کا یہ قول احادیث کے مقابلہ میں بطور معارض کے درخور اعتناء ہرگز نہیں۔

جواب ثالث۔ اگر کسی غریب آدمی کی نقد امداد قربانی کا جانور ذبح کرنے سے افضل ہوتی تو رسول اللہ صلعم اور خلفاء راشدین کبھی نہ کبھی ایسا ضرور کرتے۔ کیونکہ اس دور میں بھی غریب لوگ موجود تھے اور ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ چنانچہ شرح کبیر میں ہے **ولنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحی والخلفاء بعدہ ولو علموا ان الصدقۃ افضل بعدلوا الیھا ولان ایثار الصدقۃ علی الاضحیۃ یفضی الی ترک سنۃ سنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔** شرح ج ۳ ص ۵۸۶۔ ہم کہتے ہیں کہ بطور قربانی جانور کا خون بہانا ہی شرعاً متعین ہے اور ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کا چالیس سالہ عمل مبارک ہے اگر جانور کی قربانی کے مقابلہ میں نقد رقم کا صدقہ افضل ہوتا تو رسول اللہ صلعم اور خلفائے راشدین اس سے کبھی نہ چوکتے۔ علاوہ ازیں نقد رقم کے صدقہ کو قربانی سے افضل کہنا اس لئے بھی درست نہیں کہ اس طرح رسول اللہ صلعم کی قائم کردہ سنت کا ترک لازم آتا ہے جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

جواب رابع۔ مسئلہ قربانی کے پس منظر اور اس کے علل و مصالح پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ قربانی کا رکن اراقۃ الدم یعنی خون بہانا ہے۔ صاحب درالمختار قربانی کی تعریف' قربانی کے شرائط' قربانی کا وقت ذکر کرنے کے بعد قربانی کا رکن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں **وما یجوز ذبح من النعم لا غیر فتحب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم۔** دارالمختار رد المختار ج ۲ ص ۲۱۳ کہ قربانی کا رکن ان جانوروں کا ذبح کرنا ہے جن کی قربانی دی جا سکتی ہے۔ پس واجب اراقۃ الدم یعنی خون بہنا ہی ہے۔ علامہ شامی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں۔ **لان رکن الشئی ما یقف بہ ذالک الشئی والاضحیۃ انما تقوم بھا الفصل لکان رکنا** ردالمختار ج ۶ ص ۳۱۳۔ اس لئے کہ کسی چیز کا رکن وہی چیز ہو سکتی ہے جن کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ قربانی چونکہ ذبح ہی کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے۔ اس لئے جانور کا خون بہانا قربانی کا رکن ٹھہرا۔ بالکل یہی عبارت جس میں ذبح جانور قربانی کا ٹھہرایا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۱ میں بھی ہے علامہ شامی اراقۃ الام کے وجوب پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں **ولا دلیل علی انھا الاراقۃ لو تصدق بعین الحیوان لم یجز** ج ۶ ص ۳۱۳ یعنی اراقۃ الدم کے وجوب پر دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کا زندہ جانور کسی کو بطور صدقہ دے دے تو یہ شارع کے نزدیک قربانی متصور نہ ہو گی فتاویٰ عالمگیری میں اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے **ومنھا انہ لا یقوم غیرھا مقامھا فی الوقت حتی لو تصدق بعین الشاۃ او قیمتھا فی الوقت لا یجزء عن الاضحیۃ** ج ۵ ص ۲۸۳ کہ قربانی کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی دوسری چیز ایام قربانی میں قربانی کے قائم مقام نہیں ہو سکتی علامہ کاسائیؒ لکھتے ہیں **ومنھا ان لا یقوم غیرھا مقامھا حتی لو تصدق**

بعين الشاة او قيمتها فی الوقت لا يجزء عن الاضحيته لان الوجوب تعلق بالا راقته والاصل ان الوجوب اذا تعلق انه لا يقوم غيره مقامه۔ بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۶۔ کہ اراقۃ الام کے سوا نہ تو کوئی چیز قربانی کا بدل ہے اور نہ اس کا کوئی قائم مقام ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بجائے ذبح کرنے کے زندہ بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دے تو اس سے قربانی ادا نہیں ہو گی کیونکہ قربانی کے وجوب کا تعلق خون بہانے کے ساتھ ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ وجوب کا تعلق اگر ایک معین فعل کے ساتھ ہو تو کوئی دوسری چیز اس کے قائمقام نہیں ہو سکتی۔ شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں۔ **لان الواجب التقرب باراقتها الدم ولا يحصل ذالک بالتصدق وهذا لانه لا قيمته لاراقته الدم واقامته المتقوم مقام ما ليس بمتقوم لا تجوز واراقته الدم خالص حق الله تعالى ولا وجه للتعليل فيما هو خالص حق الله۔** مبسوط سرخسی ج ۱۲ ص ۱۳۔ یعنی ایام نحر میں جو چیز واجب ہے۔ وہ ہے خون بہا کر تقرب الٰہی کا حصول۔ اور گو ہر مقصود قربانی کی قیمت صدقہ کر دینے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اراقۃ الام کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی۔ لہٰذا محدود قیمت والی چیز کو غیر محدود قیمت والی چیز کے قائم مقام بنا کر دینا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں اراقۃ الدم (خون بہانا) خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہٰذا اس میں علت و معلول کا چکر چلانا دین میں مداخلت کے مترادف ہے۔ مختصر یہ کہ احادیث صحیحہ صریحہ مرفوعہ متصلہ اور فقہاء کرام کی تحریرات سے یہ حقیقت صاف طور پر سامنے آگئی ہے کہ قربانی کے ایام میں جانور ذبح کرنے سے ہی قربانی ادا ہو سکتی ہے۔ قیمت تو درکنار خود زندہ جانور کو صدقہ کر دینے سے قربانی کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام سعید بن مسیب بھی جانور کی قیمت صدقہ کر دینے کے برعکس قربانی کا جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۷۴ کے حوالہ سے اوپر لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا ان کی طرف منسوب اس قول کی کوئی حیثیت نہیں اور اس قول پر کسی اختراعی نظریہ کی بنیاد استوار کرنا پرلے درجے کی نادانی اور خود فریبی ہے۔

فائدہ۔ بعض احادیث میں ایک اونٹ کی قربانی میں سات سات حصہ داروں کی شراکت کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں دس دس حصہ داروں کی شراکت کا جواز مذکور ہے۔ لہٰذا امام شوکانی وغیرہ شارحین حدیث نے اس اختلاف کو یوں حل فرمایا ہے کہ جن احادیث میں سات سات حصہ داروں کا ذکر ہے اس اضحیہ سے مراد ہدی ہے یعنی وہ قربانی مراد ہے جو حاجی صاحبان اپنے ساتھ لے جا کر مکہ میں ذبح کرتے ہیں۔ اور جن احادیث میں دس دس حصہ داروں کی شراکت کا بیان ہے اس اضحیہ سے مراد وہ قربانی ہے جو عامتہ المسلمین ایام قربانی میں اپنے اپنے شہروں میں ذبح کرتے ہیں۔ نیل الاوطار۔

مغالطہ۔ حضرت بلال کا بھی یہی نظریہ تھا جب کبھی انہوں نے عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کی تو انہوں نے

ایک مرغ ذبح کر دیا۔

جواب۔ سیدنا بلالؓ کا یہ نظریہ ہرگز نہ تھا کہ وہ جانور کی قربانی کو سنت نہ سمجھتے تھے جیسا کہ مفصل تحریر ہو چکا ہے اگر فاضل پروفیسر صاحب کو اپنے اس ادعاء پر غرور ہو تو "المحلی" کی وہ عبارت پیش فرمائیں جس سے انہوں نے یہ مزعوم دعویٰ اخذ فرمایا ہے۔ ورنہ اپنی اس خیانت کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔

مغالطہ۔ ان (بلالؓ) کی اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے غرباء اہل حدیث عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر مرغ ہی قربانی کرتے ہیں۔

جواب۔ کسی فرقہ یا گروہ کا کورا عمل حجت نہیں۔ کیونکہ حجت صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی ہیں۔ لہٰذا اگر غرباء اہل حدیث ایسا کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل کتاب و سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہو سکتا۔

مغالطہ۔ نبی کریمؐ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر دو دنبوں کی قربانی دیا کرتے تھے پہلے دنبہ کو ذبح کرنے کے بعد حضورؐ فرماتے تھے کہ قربانی میرے اور میرے اہل خانہ کی طرف سے ہے اور دوسرے دنبہ کی قربانی کے بعد حضورؐ فرماتے تھے کہ یہ میری تمام امت کی طرف سے ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت علی حسینؓ اس پر احتکام کرتے ہیں کہ تمام بنی ہاشم قبیلے کے لوگ حضورؐ کی اس قربانی کو کافی سمجھتے تھے اور ان میں سے کسی نے بھی کبھی جانور کی قربانی نہیں دی۔ نیل الاوطار ج ۵ ص

جواب۔ جانور کی قربانی کے خلاف اس حدیث سے استدلال کرنا بوجوہ صحیح نہیں۔

(۱) اس لئے کہ بنو ہاشم کا یہ عمل چونکہ مذکورہ بالا نصوص صحیحہ صریحہ کثیرہ کے خلاف ہے' لہٰذا اسے معرض دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایک کنبہ کے سربراہ کی قربانی اس کے اہل و عیال کے لئے بھی کفایت کر سکتی ہے اور وہ ان کو بھی اپنی قربانی کے ثواب میں شریک کر سکتا ہے۔ جمہور علماء امت اسی کے قائل ہیں' چنانچہ امام شوکانی فرماتے ہیں۔ **والحدیثان یدلان علی انه یجوز للرجل ان یضحی عنه وعن اتباعه ویشرکهم معه فی الثواب وبه قال الجمهور۔** نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۵۔

(۳) حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت بلال' حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب وغیرہ جمہور علماء نے اس حدیث سے اور اس مضمون کی دوسری احادیث سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ قربانی واجب نہیں سنت ہے۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۶۔

(۴) یہ بھی احتمال ہے کہ بنو ہاشم نے عدم استطاعت کی وجہ سے ایسا کیا ہو گا۔

(۵) یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اپنی امت کو قربانی کے ثواب میں شریک کرنے کے ارادہ سے کیا ہو۔ حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۲۶

(۶) یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت علی بن حسین کو اس حدیث کے سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔ ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی میں بالالتزام کیوں قربانی کرتے رہے۔ کیا وہ بنو ہاشم میں شامل نہیں؟ اور ہاں عترت رسولؐ بھی تو جانور کی قربانی کی قائل تھی جیسا کہ البحرالزخار ج ۵ ص ۳۶ا میں مذکور ہے کیا عترت رسول بنو ہاشم میں شامل نہیں۔ لہٰذا ان وجوہات کے پیش نظر اس حدیث سے جانور کی قربانی کے خلاف استدلال کرنا عوام کو قربانی سے متنفر کرنے کی ایک بھونڈی چال سے زیادہ کچھ نہیں۔

مغالطہ ۔ اس موضوع پر جتنی بھی احادیث ہیں' ان میں مندرجہ بالا کو تمام علماء مستند قرار دیتے ہیں اور عیدالاضحیٰ کی قربانی سے اختلاف کرتے ہیں۔

جواب۔ قربانی کے بارہ میں علماء کے ہاں بلاشبہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ اختلاف قربانی کے وجوب اور عدم وجوب کے بارہ میں ہے نہ کہ اس کی مشروعیت کے بارہ میں۔ کیونکہ تمام علماء سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق قربانی ایک شرعی حکم اور سنت موکدہ ہے جیسا کہ ہم مغالطہ نمبر ۲ اور ۴ کے جواب میں امام ابن ہبیرہ حنبلی اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی جیسے اساطین علم کے حوالہ سے مفصل بحث مرقوم ہو چکی ہے۔ تعجب ہے کہ اتنی موٹی بات بھی ہمارے زیرک دانشوروں کی سمجھ میں نہیں آتی یا پھر انہوں نے سمجھنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں فرمائی **وان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ۔ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم**

مغالطہ ۔ حدیث علی بن حسین کے تحت بہت سے اسلامی ممالک عمل پیرا ہیں۔ ان ممالک میں سے ایک ملک الجزائر ہے جہاں پر بہت قدیم سے یہ حکم چل رہا ہے کہ تمام کا تمام محلہ فقط ایک جانور کی قربانی دے۔

جواب۔ جواب دعویٰ تو یہ تھا کہ بہت سے اسلامی ممالک ایسا کر رہے ہیں اور ذکر صرف ایک الجزائر کا۔ گویا کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا۔ چلئے مان لیا کہ الجزائر میں ایسا ہی ہوتا ہو گا۔ لیکن پھر بھی آپ کی طرح اہل الجزائر جانور کی قربانی کے منکر تو نہ ہوئے۔ آپ تو جانور کی قربانی کے قائل ہی نہیں ہیں لہٰذا اہل جزائر کا یہ ترمیم شدہ عمل آپ کے خلاف جاتا ہے۔ مزید برآں یہ بھی یاد رکھئے کہ جمہور اہل علم اور فقہاء امصار کے نزدیک تو اکیلے اہل مدینہ کا اجماع بھی حجت نہیں۔ چنانچہ امام صدیق حسن خاں ف ۱۳۰۷ھ تصریح فرماتے ہیں۔ تنہا اہل مدینہ کا اجماع جمہور امت کے نزدیک معتبر اور حجت نہیں کیونکہ اہل مدینہ اپنے تمام تر فضل و کمال کے باوصف امت کا ایک حصہ ہیں پوری امت نہیں۔ جبکہ اجماع وہی حجت ہوتا ہے جس کے انعقاد پر تمام ہمعصر مجتہدین متفق ہوں۔ بتایئے اس صورت میں

بیچارے اہل جزائر کا یہ خلاف شرع اور غلط عمل حجت شرعی کیونکر ہو سکتا ہے۔
مغالطہ ۔ پچھلے سال مراکشی حکومت نے جانور کی قربانی کلیتہ بند کر دی ہے اور یہ بات اور بھی اہمیت رکھتی ہے کہ مراکش میں بادشاہ مذہب کا مفتی اعظم ہوتا ہے اور اس کا حکم فتویٰ سمجھا تا ہے۔
الجواب۔ اگر واقعی مراکش کے بادشاہ نے اپنے اقتدار اور منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جانور کی قربانی پر جبری پابندی لگا دی ہو۔ تو چونکہ یہ پابندی کتاب و سنت کی مذکورہ بالا نصوص کثیرہ' صریحہ صحیحہ ثابتہ کے صریحا" خلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے لے حجت نہیں۔ **لا حجتہ لا حد مع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔** (محلی ابن حزم) مزید برآں لکھا جا چکا ہے کہ کسی شہر یا کسی ایک ملک کے لوگوں کا اجماع حجت نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ تنہا اہل مدینہ' یا اہل مکہ کا اجماع بھی حجت نہیں۔ لہٰذا کسی مسلمان بادشاہ یا نام نہاد مفتی اعظم کا جانور کی قربانی کے خلاف جبری حکم یا فتویٰ جاری کر دینا مداخلت فی الدین کے سوا کچھ نہیں۔ اور معلوم ہے کہ **بحکم ام لھم شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ۔** الشوریٰ ۲۱۔ نہ کسی بادشاہ کو اور نہ کسی مفتی کو منصوص مسائل کے خلاف رائے زنی کرنے کا قطعا حق حاصل نہیں۔ مزید برآں یہ بات آپ ایسے روشن دماغ سے زیادہ اور کون جانتا ہو گا کہ زمانہ خیر القرون کے مابعد کے اکثر و بیشتر حکمرانوں نے بالعموم اسلامی احکام کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ لہٰذا ایسے میں ان دنیا دار بادشاہوں اور نام نہاد مفتیوں کے ملحدانہ احکام اور بدعی فتاویٰ کو کتاب و سنت کے مقابلہ میں پیش کرنا دین اسلام کے دشمنی کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ سید داؤد غزنوی ف ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء اسی قسم کے ایک غلط فتویٰ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کوئی مسلمان اس حقیقت سے ناآشنا نہیں ہو گا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی جو قربانی اللہ کی راہ میں پیش کی' عیدالاضحیٰ اسی واقعہ عظیمہ کی یادگار ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی پر چار ہزار سال کے قریب گزر گئے۔ کروڑوں انسان چار ہزار سال سے اس واقعہ کی یادگار مناتے چلے آرہے ہیں۔ اور جب تک مسلمان اس کرہ ارض پر آباد ہیں اس قربانی کی یادگار میں قربانیاں دیتے رہیں گے۔ کسی واعظ کا وعظ' کسی خطیب کی سحربیانی اور کسی حکومت کا جبرو قہر اس سنت ابراہیمی کی یادگار کو ختم نہیں کر سکتا' کوئی پہاڑ سے ٹکرانا چاہے ٹکرا سکتا ہے لیکن سوائے سر پھوڑنے کے اس کے حصہ میں کچھ نہیں آئے گا۔ ابراہیم علیہ السلام اس عظیم قربانی کی یادگار میں مسلمان عید قربان مناتے رہیں گے اور ہزاروں جانور۔ خوبصورت جانور' موٹے تازے خوب پلے ہوئے جانور ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار میں ذبح ہوتے رہیں گے۔ **فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر**
یہ مادہ پرست' یہ تجدد پسند' یہ معاشی اقدار سے اسلامی احکام کو ناپنے والے اس خون بہانے کی حکمت کو کیا سمجھیں؟ یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جس کے سر پر دستار فضیلت بندھی ہوئی ہو' اور منبر خطابت کو زینت دے رہا ہو۔ وہ اس قربانی کے فلسفہ کو بھی سمجھ سکے۔

ہزار نکتہ باریک ترزمو اینجا است   نہ ہرکہ سربتراشد قلندری داند